بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

النبأ العظیم

(۱۷)

چنانچہ اسلام فقط چند رسوم اور عبادات ومعاملات کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ ایک تہذیب، ایک سماجی نظام اور دستور معاشرت بھی ہے۔ اور جس طرح پھل اپنے ذائقہ اور درخت اپنی صورت سے پہچانا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح ایک مسلمان اپنے طور وطریق اور طرز معاشرت سے پہچان لیا جا سکتا ہے۔ لیکن تاریخ اقوام عالم کی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی قوم کی معاشرت اور اس کے سماجیات میں مکمل انفرادیت اسی وقت تک باقی رہتی ہے جب تک اس کا اختلاط اور ارتباط دوسری قوموں کے ساتھ نہیں ہوتا۔ جب ارتباط اور دوسری قوموں کے ساتھ میل جول بڑھتا ہے تو اب باہمی جذب وانجذاب اور تاثیر وتاثر کا عمل شروع ہوتا ہے۔ ایک قوم کی تہذیبی زندگی میں ـــ اور اگر اس کی تہذیب اور مذہب میں گہرا ربط ہو تو اس کی مذہبی زندگی میں بھی ـــ یہ مرحلہ بہت نازک اور بعض اوقات خطرناک اور مہلک ہوتا ہے کیوں کہ مختلف قسم کے داخلی اور خارجی عوامل وموثرات ہوتے ہیں جو اس قوم کی تہذیبی انفرادیت اور تمدنی خصوصیات وامتیازات کے لئے ایک چیلنج کا حکم رکھتے ہیں۔ قومی زندگی کے اس موڑ پر وہ قوم بڑی خوش نصیب ہوتی ہے جو دوسروں کا اثر کم سے کم قبول کرتی اور اپنے سے متاثر زیادہ سے زیادہ کرتی ہے۔ جو قوم اس کا حوصلہ رکھتی اور ایسا کر سکتی ہے وہی اس عہد کی ترقی یافتہ اور اعلیٰ قوم ہوتی ہے۔

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اسے دنیا میں پھیلنا اور مختلف تہذیب وتمدن رکھنے والی

قوموں کو اپنے زیر سایہ لینا تھا۔ یا کم از کم مسلمانوں کی سوسائٹی محدود۔ بند (CLOSED) اور علیحدگی پسند (ISOLATED) نہیں ہو سکتی تھی۔ انہیں لامحالہ دوسری قوموں کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرنا تھا۔ اس بنا پر اس قسم کے مواقع کے لئے اس کی تعلیمات بالکل صاف اور واضح ہیں۔ ایک طرف حکمت کو مومن کی متاع گمشدہ قرار دے کر وہ جہاں کہیں بھی اسے حاصل کرنے کی اور اسی طرح علم خواہ کتنے ہی دور و دراز مقام پر ہو اس کی تحصیل کی ترغیب دی گئی ہے اور دوسری جانب اس کا عمل "خذ ما صفا ودع ما کدر" پر رہا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو اجنبی زبانیں سیکھنے کا حکم دیا اور خود بعض چیزیں اہل ایران کی اختیار فرمائیں۔ حضرت عمر کے زمانے میں جب فتوحات کی وسعت ہوئی تو غیر قوموں کے ساتھ مسلمانوں کے اختلاط و ارتباط کا دائرہ اور وسیع ہوا اور غیر ملکی اثرات کا رنگ اور زیادہ گہرا ہونے لگا اسی کا تاثر تھا جس کی وجہ سے ایک مرتبہ خلیفہ دوم نے فرمایا تھا "اے کاش ہمارے اور ایران کے درمیان آگ کی ایک دیوار حائل ہوتی"۔ بنی امیہ کے عہد میں عدالت کا دفتری نظم و نسق اور فوجوں کی تقسیم اور ان کی تنظیم کے قواعد و ضوابط زیادہ تر بازنطینی ایرانی اور ایک حد تک یونانی اثرات کا نتیجہ تھے۔ لیکن چونکہ بنو امیہ کے عہد تک عربی عصبیت قائم رہی اس بنا پر تہذیب و تمدن کا عام خاکہ عجمی اثرات سے پاک تھا اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ بڑی حد تک اس عہد میں "خذ ما صفا" پر عمل ہوتا رہا۔

لیکن بنو عباس کی حکومت کے قائم ہوتے ہی یہ بند ٹوٹ پڑا۔ اور عجمی اثرات کے سیلاب نے اسلامی تہذیب کی دیوار میں افراط و تفریط کے رخنے پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ یہ اثرات ملے جلے تھے اور ان کا ہیولیٰ مختلف قوموں کی تہذیبی اور تمدنی خصوصیات کے باہم امتزاج سے تیار ہوا تھا، لیکن ان میں سب سے زیادہ گہرا رنگ ایران کا تھا۔ حد یہ ہے کہ حرم شاہی میں، وزراء، امراء اور اعیانِ حکومت کے محلات میں نوروز اور ایرانیوں کے دوسرے تیوہار بالکل ایرانی رسم و رواج کے مطابق باقاعدگی کے ساتھ منائے جاتے تھے۔ ان چیزوں نے اسلامی تہذیب کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا؟ اس کی تصویر اس زمانہ کے ادبی سرمایہ۔ شعر و شاعری اور تاریخ کی کتابوں

کے آئینہ میں صاف نظر آتی ہے۔ راقم الحروف کی پرانی کتاب "مسلمانوں کا عروج و زوال" میں بھی اس کا ایک عکس دیکھا جا سکتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ایرانیوں کا ایک عام مقولہ مشہور ہے کہ عربوں نے ہمارے ملک اور جسم کو فتح کیا تو کیا ہوا؟ ہم نے ان کا دل و دماغ اور ان کی روح کو جیت لیا۔ یہ بات اس زمانہ کی ہے جب کہ مسلمانوں کی سیاسی سطوت اور شوکت وصولت کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بجتا تھا۔ اور جب دنیا کی کوئی طاقت مشکل سے ان کی حریف ہو سکتی تھی۔ اب خود اپنے ملک کو دیکھئے، یہاں آٹھ سو برس کے لگ بھگ مسلمانوں نے حکومت و سلطنت کا پرچم لہرایا اور اس سلسلے میں بے شبہ انھوں نے عدل و انصاف۔ معاشرتی اصلاح و تعمیر اور علم و فن میں ترقی اور اسکی حوصلہ افزائی کی ایسی شاندار روایات قائم کی ہیں جو کسی قوم کے لیے سرمایۂ افتخار و نازش ہو سکتی ہیں لیکن ساتھ ہی اس المناک حقیقت کا اعتراف ناگزیر ہے کہ اس ملک کی پرانی تہذیب اور اس کے مذہبی افکار و خیالات اور تہذیبی عوائد و رسوم نے مسلمان فاتحین کو اس درجہ متاثر کیا کہ مغلیہ سلطنت کا گل سر سبد اکبر اعظم "زشت روئی سے تری آئینہ ہے رسوا تیرا!" کا مصداق بن گیا۔ اکبر کا عمل صرف ایک انفرادی عمل اور شخص واحد کی اپج نہیں ہے بلکہ اس عہد کے مسلمانوں کی ایک تہذیبی علامت ہے۔ دو ڈھائی برس سے زیادہ سے برہان میں ایک نہایت محققانہ اور معلومات افزا مضمون۔ "ہندو تہذیب اور مسلمان" کے عنوان سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ کتنے لوگ اس کو دلچسپی سے پڑھ رہے ہیں۔ بہرحال یہ مقالہ مسلمانوں کے لئے ایک مرقع عبرت ہے اس سے اندازہ ہوگا کہ بحیثیت مجموعی مسلمانوں نے ہندو تہذیب کے جو اثرات قبول کئے ہیں وہ کس درجہ وسیع۔ عمیق اور دور رس ہیں اور انھوں نے ان کے حجازی چہرہ کو کس درجہ مسخ اور متغیر و متبدل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی قبروں کو ٹھنڈا رکھے جنھوں نے اس صورت حال کے خلاف جہاد عظیم کیا اور سوسائٹی کی اصلاح کی۔ لیکن آج بھی شہروں میں نسبتاً کم اور دیہاتوں اور قصبات میں زیادہ ایسے مسلمان آباد ہیں جو اب تک ہندو تہذیب۔ کے ان ہمہ گیر اثرات سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کرا سکے۔ حالانکہ زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ انگریزی تعلیم اور مغربی تہذیب

کے عام ہو جانے کے باعث اب خود ہندوؤں میں ایک بڑا طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو قدیم ہندو تہذیب کے شادی و بیاہ اور مرنے جینے کی ناپسندیدہ رسومات کے خلاف سخت احتجاج کر رہا ہے۔

یقین کیجئے۔ میں نے بارہا بڑے دکھ اور افسوس کے ساتھ اس پر غور کیا ہے کہ مغربی ممالک میں انگریز۔ اور فرانسیسی یہ دو قومیں ہیں جو کلچر کے اعتبار سے دنیا کی سب سے زیادہ مہذب اور ترقی یافتہ قومیں سمجھی جاتی ہیں۔ کم و بیش دو سو برس سے ان قوموں نے ایشیا اور افریقہ کی.... مختلف المذاہب اقوام و امم کو اپنے کلچر سے متاثر کرنا شروع کیا ہے اور آج عالم یہ ہے کہ ان کی تہذیب اور ان کے کلچر نے دنیا کے سب انسانوں کے دل و دماغ پر اپنا تسلط جما رکھا ہے اور یہ تسلط اور اس کلچر کی گرفت اس درجہ شدید ہے کہ شاعر مشرق اقبال کی طرح جو لوگ

فریاد ز افرنگ و دلاویزی افرنگ فریاد ز شیرینی و پرویزی افرنگ

کا نوحہ پڑھتے ہیں اور وہ بھی کسی نہ کسی درجہ میں اس تہذیب کا صید زبوں نظر آتے ہیں لیکن خود انگریز۔ اور فرانسیسی قوم کو دیکھئے تو دو سو برس سے مشرقی اقوام کے ساتھ اختلاط و ارتباط رکھنے کے باوجود انھوں نے کسی مشرقی قوم کی تہذیب کا کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ گویا اس قسم کے مواقع کے لئے باہمی جذب و انجذاب کا جو فطری قانون ہے ان قوموں نے اس کو بھی اپنے اوپر اثر انداز نہیں ہونے دیا ہے۔ ایک طرف بتکدۂ یورپ کے برہمن افرنگ کی یہ پختہ زناری دیکھیے اور دوسری جانب میکدہ توحید کے جام برداروں کی یہ سہل انگاری ملاحظہ فرمائیے کہ ابھی پوری ایک صدی بھی نہ گذری تھی کہ ان کی اصل تہذیب اور ثقافت کے روئے روشن و جبین شفاف پر دریوزہ گری اغیار کی گرد جمنے لگی۔ اس فرق کی وجہ کیا ہے؟ جیسا کہ میں نے عرض کیا، میں نے اس سوال پر بہت غور کیا ہے اور آخر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس کے اسباب متعدد ہیں، مثلاً اسلامی فتوحات کی کثرت و وسعت اور فتوحات کے باعث دولت و ثروت کی افراط وغیرہ، لیکن ان سب سے زیادہ اہم اور موثر چیز اسلامی مملکت میں مختلف ملکوں کی باندیوں اور غلاموں... کی ریل پیل ہے انھوں نے

عربوں کی اندرونِ خانہ زندگی میں دخیل ہو کر اور اپنے بعض ظاہری اور باطنی اوصاف و کمالات سے ان کے دل و دماغ کو مسحور کر کے ان کو بہت جلد اپنی قومی اور ملکی تہذیب کے شیشہ میں اتار لیا۔ اس کے برخلاف انگریزوں اور فرانسیسیوں کا اختلاط و ارتباط مشرقی اقوام کے ساتھ اگرچہ بہت کچھ رہا ہے لیکن انھوں نے ایک چیز کی پابندی اور اس کا التزام کیا ہے اور وہ یہ کہ انھوں نے اس کی اجازت دی ہے کہ مشرق کے مردان کی عورتوں سے شادی کریں لیکن وہ اس کے روادار نہیں ہوئے کہ ان کے مرد مشرقی خواتین کے ساتھ زناشوئی کے تعلقات پیدا کریں۔ ہمارے یہاں ایک مسلمان کے لئے کتابیہ عورت سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن ایک مسلمان لڑکی کتابی مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اس کے برخلاف شریعت یہود میں ایک یہودی لڑکی غیر مذہب کے مرد سے نکاح کر سکتی ہے لیکن مرد بیرونی عورت سے زناشوئی تعلق قائم نہیں کر سکتا۔ علمائے یہود.. اس حکم کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکی کسی غیر مذہب کے گھر میں پہنچ جائے گی تو اولاد پر تو اس کا خاص اثر ہوگا ہی گھر کے دوسرے افراد بھی اس کے زیر اثر ہوں گے۔ کیوں کہ ایک گھر کے افراد پر عورت کا جو اثر ہوتا ہے۔ مرد کا نہیں ہوتا۔ اسلام میں اہل کتاب خواتین سے نکاح کرنا بے شبہ جائز اور روا ہے لیکن اگر کسی مباح کا استعمال سوچے سمجھے بغیر محض حظ نفس کی خاطر اور کثرت سے کیا جائے تو جلد یا بدیر اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا اور بعض اوقات اس کے نتائج بڑے خطرناک اور دور رس ہوتے ہیں۔ یہی وہ موقع ہوتا ہے جب کہ ایک قوم کا فرمان روا یا اس کا رہنما اس طرح کے معاملات میں دخل دینا اور قوم کے لئے ایک راہ عمل متعین کرتا ہے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ سے بڑھ کر شریعت کا نباض اور اسلام کے مزاج اور طبیعت کا راز داں اور کون ہوگا؟ انہیں وجوہ کے پیش نظر آپ نے کتابیہ عورتوں سے نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ کوتاہ نظر سمجھتے ہیں کہ آپ کا یہ عمل اور اسی طرح کے بعض دوسرے احکام قرآن کے حکم کے خلاف اور شریعت میں مداخلت ہیں۔ حالانکہ بات صرف اس قدر ہے کہ قرآن میں جن مباحات کا ذکر ہے حضرت عمر جانتے تھے کہ ان کا موقع محل کیا ہے؟ ان کو مباح کیوں رکھا گیا ہے؟ اور ان کا استعمال کب مفید یا ضروری

نہ ... اور کب نامناسب یا نقصان رساں ہوتا ہے!

پس یہی معاملہ استرقاق کے ساتھ پیش آیا۔ جیسا کہ راقم الحروف نے اپنی کتاب الرق فی الاسلام میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ استرقاق اسلام میں بے شبہ مباح تھا لیکن مسلمانوں کو اور خصوصاً سلاطین و خلفا اور علمار کو سمجھنا چاہئے تھا کہ اس جواز کا کم اور شریعت کی اصل اسپرٹ کیا ہے اس بے توجہی اور مصلحت ناشناسی کا انجام کس درجہ ہولناک اور تباہ کن ہوا ہے؛ اس کا تصور کر کے بھی جگر خون اور کلیجہ پاش پاش ہوتا ہے۔ عورت اور شراب دونوں لازم و ملزوم ہیں چنانچہ حکومت کے ایوانوں پر موالی کا اقتدار بڑھا اور معاشرہ میں عورت کو نفوذ و اثر حاصل ہوا تو بنت العنب بھی اس کے جلو میں آئی۔ عہد بنی عباس کا لٹریچر اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ نثر کا سرمایہ جو ادب کی فضول کہانیوں سے اور شعرا کے دواوین خمریات اور اس کے متعلقات کے ذکر و اذکار سے پر ہیں آٹھ آٹھ آنسو رلاتا ہے۔

اب تک یہ جو کچھ عرض کیا گیا اس کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ ایک تہذیب کا واسطہ اور معاملہ جب کسی ایک دوسری تہذیب سے پڑتا اور پیش آتا ہے تو اس وقت کی اک ذرا سی غفلت بعض اوقات عظیم خسارہ اور نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔ چنانچہ پہلی صدی ہجری کے اواخر میں ہی اسلام کو تہذیبی اور تمدنی اعتبار سے جو عظیم حادثہ پیش آیا اور جس کی تلافی آج تک نہیں ہو سکی ہے وہ اسی غفلت اور سہل انگاری کا نتیجہ تھا۔ اب آئیے اس پس منظر کو ذہن میں رکھ کر ہندوستانی مسلمانوں کے موجودہ سماجی حالات و معاملات کا جائزہ لیں اور ان پر گفتگو کریں۔

یوں تو دوسری قوموں کی طرح دنیا کے سب ہی مسلمان اس وقت مغربی تہذیب کے زیر اثر ہیں لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ مغربی تہذیب اور ہندو تہذیب دونوں کی زد پر ہیں۔ سماجی اعتبار سے مسلمانوں کی طبقاتی تقسیم اس طرح کی جا سکتی ہے:

(۱) وہ طبقہ جو صرف مغربی تہذیب سے متاثر ہے۔

(۲) وہ طبقہ جو صرف ہندو تہذیب سے متاثر ہے۔

(۳) وہ طبقہ جو مغربی تہذیب سے زیادہ اور ہندو تہذیب سے کم متاثر ہے۔

(۴) وہ طبقہ جو ہندو تہذیب سے زیادہ اور مغربی تہذیب سے کم متاثر ہے۔

مذکورہ بالا طبقات کے علاوہ ایک طبقہ ان مسلمانوں کا بھی ہے (اور خدا خوش رکھے تبلیغی جماعت کہ اس نے دیندار مسلمانوں کو بھی ایک طبقہ بنا دیا) جو دیندار کہلاتا ہے اور جس پر بظاہر نہ مغربی تہذیب کی کوئی علامت ہے اور نہ ہندو تہذیب کا کوئی نشان۔ یہ طبقہ بظاہر محفوظ نظر آتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ سماجی اعتبار سے یہ طبقہ جہالت، تنگ نظری اور خود فریبی کا شکار ہے۔ اس کے ذہن میں مذہب یا دین کا جو تصور ہے وہ صرف چند عبادات و رسوم تک محدود ہے۔ مباحات کے استعمال میں یہ بے باک بھی ہے اور جری بھی۔ ان میں جو لوگ قلیل المعاش ہیں وہ اپنی کھال میں اور جو مالدار ہیں اپنے مال میں مست ہیں۔ اسلام میں مہر کی انتہائی رقم متعین نہیں ہے تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ کا مہر مقرر کر کے جو اسوہ پیش فرمایا تھا اس سے آنکھ بند کر کے یہ لوگ اپنی اور شوہر کی حیثیت سے بہت زیادہ ہزاروں لاکھوں روپیہ مہر اپنی بیٹیوں کے لئے بندھواتے ہیں۔ ملک میں مسلمانوں کی حالت خواہ کچھ ہو یہ اپنے بیٹے یا بیٹی کی جب کوئی تقریب کریں گے تو ان کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کر دینا ضروری ہے ورنہ امارت اور دولت کا مظاہرہ کس طرح ہوگا!

بُرہان جنوری ۱۹۷۱ء کے سلسلہ میں معذرت

جنوری ۱۹۷۱ء کا برہان غلطی سے ڈی نمبر کینسل ہو جانے کے باعث وقت پر ارسال نہ ہوسکا۔ ۹ مارچ ۱۹۷۱ء کو نیوز پرنٹ کے رجسٹریشن نمبر سے ڈبل محصول پر ارسال کر دیا گیا ہے امید ہے مل گیا ہوگا ـــــ میں آخر نومبر سے مسلسل علیل تھا اور یہ سلسلہ آخر فروری تک جاری رہا اس لئے دوڑ دھوپ بھی نہ کر سکا اس کوتاہی کے لئے معذرت خواہ ہوں

امجد ظفر احمد